فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۰۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا طلاق یافتہ عورت کو مہر اور عدت کا نفقہ ملے گا؟

جواب: طلاق یافتہ عورت مہر اور عدت کے نفقہ کی مستحق ہے۔

سوال: نفقہ کی کتنی مقدار شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: نفقہ کی کوئی مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی، شوہر کی حیثیت کے مطابق نفقہ واجب ہوگا۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ﴾(البقرة : ٢٣٦)

''آسودہ حال پر اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست پر اپنی بساط کے مطابق۔''

سوال: کیا نکاح باطل کا نفقہ واجب ہے؟

جواب: نکاح باطل منعقد نہیں ہوتا، اس لیے اس میں نفقہ واجب نہیں، البتہ دخول کی صورت میں مہر واجب ہوگا؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ

مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهٗ .

''جوعورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة :305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا بیوی کا علاج کرانا شوہر کے ذمہ ہے؟

جواب: شوہر پر بیوی کی تمام بنیادی ضروریات کو پورا کرنا ضروری ہے اور علاج ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، لہٰذا بیوی کے علاج معالجہ کے اخراجات بذمہ شوہر ہیں۔

سوال: کیا نکاح کے وقت مرد کی خوشحالی یا تنگ دستی کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: جس مرد سے ناطہ قائم کیا جا رہا ہے، اس کی تنگ دستی یا خوشحالی کو دیکھنا جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، البتہ یہ معیار نہیں ہونا چاہیے، اصل معیار دین داری اور شرافت ہے، باقی سب چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

❁ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انہیں غیر موجودگی میں بتّہ طلاق دے دی اور اپنے وکیل کے ہمراہ کچھ جَو بھیجے، تو وہ (یہ تھوڑے سے جَو دیکھ کر) اس سے ناراض

ہوئیں، اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ذمہ آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ان کے ذمہ آپ کا کوئی نفقہ نہیں۔ اسے ام شریک کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا: وہ (ام شریک) ایسی خاتون ہیں کہ اس کے پاس میرے صحابہ بکثرت آتے جاتے ہیں، لہٰذا آپ ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارلیں، کیوں کہ وہ نابینا آدمی ہیں اگر آپ کسی وقت (فوری) کپڑے اتار بھی دیں، تو کوئی حرج نہیں اور جب عدت پوری کرلو، تو مجھے اطلاع دینا۔ وہ بیان کرتی ہیں: جب عدت مکمل ہوگئی، تو میں نے آپ کو اطلاع دی کہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوجہم تو مارتا بہت ہے اور معاویہ فقیر آدمی ہے اس کے پاس کوئی مال نہیں، لہٰذا آپ اسامہ بن زید سے نکاح کرلیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے وہ پسند نہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اسامہ بن زید سے شادی کرلیں۔ میں نے ان سے نکاح کرلیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی خیر و برکت کی کہ میں ان پر رشک کرنے لگی۔''

(صحیح مسلم: 1480، المنتقی لابن الجارود: 760)

سوال: اگر وکیل شوہر پر نفقہ کی مقدار مقرر کردے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت نے شوہر پر نفقہ کی مقدار مقرر نہیں کی، بلکہ اس کی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس پر فرض کی ہے، لہٰذا کسی وکیل، جج یا قاضی کے نفقہ کی مقدار مقرر کرنے سے شوہر پر وہ مقدار فرض نہیں ہو جاتی۔

(سوال): جس عورت کوشوہر نے علیحدہ کر دیا، وہ اسے طلاق دیتا ہے، نہ اپنا تا ہے،تو کیااس دوران شوہر پرنفقہ واجب ہے؟

(جواب): ایسی عورت کو''معلقہ'' کہتے ہیں،اس کا نفقہ بذمہ شوہر ہے۔عدم ادائیگی کی صورت میں گناہ گار ہوگا۔

(سوال): کیا شوہر پراولاد کا نفقہ واجب ہے؟

(جواب):شوہر پراپنی اولاد کا نفقہ واجب ہے۔

(سوال): دوران زچگی جواخراجات ہوں،اس کی ادائیگی کس کے ذمہ ہے؟

(جواب):شوہر کے ذمہ ہے۔

(سوال): بیوی اپنے نفقہ میں سے کچھ بچا بچا کر جمع کرے،تو اس کا مالک کون ہوگا؟

(جواب): وہ بیوی کی ملکیت ہوگی۔

(سوال): بیوی شوہر کے گھر جانا چاہتی ہے،مگر شوہر نہیں لاتا،تو کیا اس پرنفقہ ہے؟

(جواب): مذکورہ صورت میں شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔

(سوال): جوعورت شوہر کا روپیہ لے کر گھر سے بھاگ جائے، کیا شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوگا یانہیں؟

(جواب): اس صورت میں شوہر پرنفقہ واجب نہ ہوگا۔

(سوال): نابالغہ بہن کا نان ونفقہ بھائیوں پرواجب ہے یانہیں، جبکہ ان کا باپ وفات پاچکا ہے؟

(جواب): بھائیوں پر نابالغہ محتاج بہن کا نان ونفقہ واجب ہے، کیونکہ بھائی ہی اس کے وارث ہیں۔

(سوال): اگر لڑکی شوہر کے پاس آنا چاہے، مگر اس کے والدین نہ بھیجیں، تو کیا شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا؟

(جواب): شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔

(سوال): جب شوہر بیوی کو نفقہ دے، مگر اپنے گھر نہ لائے، تو کیا طلاق ہوگی؟

(جواب): جب تک شوہر طلاق نہیں دیتا، طلاق نہیں ہوگی۔

(سوال): جو شوہر غربت کی وجہ سے حق مہر ادا نہیں کر سکتا، تو کیا اسے مہلت دی جا سکتی ہے؟

(جواب): اسے مہلت دینی چاہیے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ (البقرة : ٢٨٠)

''تنگ دست کو آسودہ حالی تک مہلت دی جائے۔''

(سوال): کیا بیوہ حاملہ مکان فروخت کر کے نفقہ لے سکتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، لے سکتی ہے۔

(سوال): قرآن کریم کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

(جواب): قرآن کریم کی قسم اٹھانا جائز ہے، کیوں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی

اختلاف نہیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے؛ باللہ، تاللہ، واللہ۔''

(التّمهيد لما في المؤ طّأ من المعاني والأسانيد : ٣٦٩/١٤)

❁ امام ابوجعفر احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

''جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن دو ہیں یا موجودہ قرآن حکایت ہے، تو وحدہ لاشریک اللہ کی قسم! وہ زندیق کافر ہے۔ یہ قرآن وہی ہے، جو اللہ نے جبریل کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل کیا، اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا کہ باطل اس میں نہ سامنے سے آسکتا ہے، نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے اور تعریف کیے گئے (رب) کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨) (کہہ دیجئے کہ جن وانس اگر اس لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں گے، تو ایسا ممکن نہیں۔) ایک شخص قسم اٹھالے کہ آج کوئی بات نہیں کرے گا، پھر نماز پڑھ لے یا قرآن پڑھ لے یا نماز میں سلام کہہ دے، تو قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ قرآن کو کسی دوسرے کلام پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے ابتدا اور اسی پر انتہا ہے۔ اللہ کے اسما اس کی صفات یا اس کا علم کوئی بھی مخلوق نہیں ہے۔''

(اختصاص القرآن بعوده الرّحمن الرّحيم للضّياء المقدسي، ص ٣٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّ

اسْمَ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلوقٍ، وَّمَنْ حَلَفَ بِالْكَعْبَةِ أَوْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَّذَاكَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ.

''جس نے اللہ کے کسی نام کی قسم کھائی اور اسے نبھا نہ سکا، اس پر کفارہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نام مخلوق نہیں ہیں۔ جس نے کعبہ یا صفا و مروہ کی قسم اٹھائی، اس پر کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ مخلوق ہیں اور اللہ کا نام مخلوق نہیں ہے۔''

(آداب الشّافعي ومناقبه لابن أبي حاتم، ص ١٩٣، حلية الأولياء لأبي نعيم : ١١٣/٩، السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٢٨/١٠، مناقب الشّافعي للبيهقي : ٤٠٥/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَسْمَاءُ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ، وَّمَنْ زَعَمَ أَنَّ أَسْمَاءَ اللّٰهِ مَخْلُوقَةٌ فَقَدْ كَفَرَ.

''قرآن میں اللہ کے نام ہیں اور قرآن اللہ کا علم ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نام مخلوق ہیں، وہ بھی کافر ہے۔''

(المحنة لأبي الفضل صالح بن أحمد بن حنبل، ص ٦٩)

❁ صاحب ہدایہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ ...... وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهٗ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ.

''جو غیر اللہ کی قسم اٹھائے، اس کی قسم بے اثر ہے، مثلاً، نبی ﷺ یا کعبہ کی قسم

اٹھانا......قرآن کی قسم بھی غیر متعارف ہے اس لئے نہیں اٹھانی چاہیے۔''

(الهداية : ٣١٨/٢)

۞ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (٨٦١ھ) لکھتے ہیں:

''یہ مخفی نہیں کہ قرآن کی قسم اٹھانا اب متعارف ہو چکا ہے، اب اسے قسم تصور کیا جائے گا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو کہا کہ قرآن کی قسم اٹھانا درست نہیں، اس کی یہ علت بیان کرنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ کا غیر ہے، قرآن مخلوق ہے، غیر مخلوق تو کلام نفسی ہے، گو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا قرآن تو صرف وہ حروف ہیں، جن کا اپنا وجود تو عالم اسباب میں نہیں، البتہ موجودہ قرآن میں استعمال ہونے والے حروف پر دلالت کناں ضرور ہیں، سو اگر موجودہ حروف ہی کو کلام اللہ مان لیا جائے، تو حقیقی کلام الٰہیہ کو معدوم کہنا ناممکن ہو جائے گا۔ (ثابت ہوا کہ موجودہ حروف مخلوق ہی ہیں)، لیکن اگر عوام سے کہا جائے کہ قرآن مخلوق ہے، تو وہ یہی سمجھیں گے کہ مطلقا کلام اللہ ہی کو مخلوق کہا جا رہا ہے، (اس لئے نہیں کہتے) اب رہا مسئلہ قرآن کی قسم کا تو یہ قسم اٹھاتے وقت عرف پر محمول کرنا واجب ہوگا۔''

(فتح القدير : ٦٩/٥، البحر الرّائق لابن نجيم : ٣١١/٤)

۞ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) لکھتے ہیں:

''قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے، کیوں کہ یہ ہمارے زمانے میں متعارف ہو چکا ہے۔ اس کی بات قابل التفات نہیں، جو

کہتا ہے کہ قرآن کی قسم نہیں اٹھائی جاسکتی کہ یہ مخلوق ہے، قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے، کیوں کہ معلوم ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں کلام ہے۔''

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : ٤/٨٦ـ٨٧)

سوال: کیا اپنے ایمان کی قسم اٹھانا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کی اٹھانی چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا، تو اسے طلاق دے دوں گا، پھر اسی عورت سے نکاح کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح صحیح ہے، اسے چاہیے کہ یا قسم پوری کر کے طلاق دے دے، ورنہ قسم کا کفارہ ادا کردے۔

سوال: کیا قسم کو پورا کرنا ضروری ہے؟

جواب: اگر انسان کسی معاملہ پر قسم اٹھائے، بعد میں اسے معلوم ہو کہ دوسرا معاملہ بہتر ہے، تو اسے چاہیے کہ دوسرا کام سرانجام دے اور قسم کا کفارہ ادا کردے، اس صورت میں اس پر قسم کو پورا کرنا ضروری نہیں۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ، فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا.

''میں کسی کام پر قسم اٹھاتا ہوں، بعد ازاں محسوس کرتا ہوں کہ دوسرا کام اس سے بہتر ہے، تو میں بہتر کام کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3133، صحيح مسلم : 1649)

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ وَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَّكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ .

''جب آپ کوئی کام کرنے کی قسم کھائیں، پھر (کوئی) دوسرا کام اس سے بہتر دیکھیں، تو بہتر کام کرلیں اور قسم کا کفارہ دے دیں۔''

(صحيح البخاري : 6722، صحيح مسلم : 1652)

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اپنی بہن کی منگنی کا پیغام ملا۔ میرے چچا زاد آئے، تو میں نے ان سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، اس نے طلاق رجعی دے دی، حتی کہ عدت ختم ہوگئی۔ پھر اس نے نکاحِ جدید کا پیغام بھیجا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز نکاح نہیں کروں گا، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ ''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے، تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم رضا مند ہوں۔'' اس کے بعد میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور ان سے شادی کر دی۔'' (سنن أبي داود : ٢٠٨٧، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: ایک شخص نے دل میں قسم اٹھائی کہ وہ بیوی سے ہم بستری نہیں کرے گا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): قسم کا تعلق زبان سے ہے، دل سے نہیں۔ جب تک زبان سے قسم نہیں اٹھائے گا، اس پر قسم کو پورا کرنا یا توڑنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا واجب نہیں۔

(سوال): ''ان شاءاللہ'' کے ساتھ قسم اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): قسم کے متصل بعد ان شاء اللہ کہنے سے قسم بے اثر ہو جاتی ہے، پھر اگر اس قسم کا لحاظ نہ رکھے، تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو شخص یوں قسم اٹھائے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ کل میں قرضہ یا دیت ادا کر دوں گا یا غصب شدہ چیز لوٹا دوں گا یا ظہر یا عصر پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا وغیرہ، پھر اگر وہ اس قسم کو پورا نہیں کر سکا تو کفارہ نہیں ہو گا، کیوں کہ اس نے ان شاء اللہ کہہ دیا تھا کہ اللہ چاہے گا، تو کروں گا اور اللہ نے نہیں چاہا کہ وہ ایسا کرے۔''

(مجموعة الرّسائل والمسائل : ١٥١/٥)

❁ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

''کسی کام پر قسم اٹھانے کے بعد اگر کہے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ میں فلاں کام کروں گا یا ایسے کہے کہ اگر اللہ نے چاہا، تو یہ کام کروں گا، یا کہے: اگر اللہ نے نہ چاہا تو نہیں کروں گا۔ ایسے الفاظ کا استعمال بھی درست ہے کہ اگر میں چاہوں گا کر دوں گا نہ چاہا، تو نہیں کروں گا یا یوں کہے کہ کام کروں گا، اگر اللہ نے میرا ارادہ نہ بدلا یا مجھے کوئی اور کام نہ کرنا پڑا تو، اسی طرح قسم کو کسی ذات کے ساتھ معلق کر دینا کہ اگر فلاں نے چاہا تو کروں گا ورنہ نہیں، تو یہ سبھی صورتیں

قسم کو بے اثر کر دیتی ہیں۔اب اگر یہ قسم توڑ بھی دے، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔''

(المُحلّٰی بالآثار : ٣٠١/٦)

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اللہ کے نبی سیدنا سلیمان بن داود علیہما السلام نے قسم اٹھائی کہ آج رات ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا، سبھی بیٹا جنم دیں گی اور وہ سب بیٹے اللہ کے رستے میں قتال کریں گے۔ آپ کے ساتھی یا فرشتے نے عرض کیا: ان شاء اللہ کہہ لیجئے، سیدنا سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، تو ایک ہی عورت کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور وہ بھی معذور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے، تو ان کی قسم بھی نہ ٹوٹتی اور حاجت برآوری بھی ہو جاتی۔''

(صحیح مسلم : ١٦٥٤)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِینٍ، فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنٰی .

''ان شاء اللہ کہہ کر اٹھائی جانے والی قسم پر کفارہ نہیں ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٠/٢، سنن أبي داود : ٣٢٦١، سنن النّسائي : ٣٨٦٠، سنن التّرمذي : ١٥٣١، سنن ابن ماجه : ٢١٠٥، وسندهٗ صحیحٌ)

مسند حمیدی (٧٠٧) میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے، ان کے بہت سارے متابع بھی ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن''، امام ابن الجارود (٩٢٨)، امام ابوعوانہ (٥٩٩١) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (٤٣٣٩) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنٰى ، فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ .

''جس نے ان شاءاللہ کہہ کر قسم اٹھائی، وہ چاہے، تو کام کرے، چاہے تو چھوڑ دے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔'' (سنن أبي داود : ٣٢٦٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں؛

''اس حدیث پر اکثر اہل علم صحابہ کا عمل ہے کہ اگر ان شاءاللہ کہہ کر قسم اٹھائی جائے، تو اس قسم پر کفارہ نہیں ہوگا۔ یہ سفیان ثوری، اوزاعی، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ١٥٣١)

❁ راویٔ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : وَاللّٰهِ! ثُمَّ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ لَمْ يَفْعَلِ الَّذِي حَلَفَ عَلَيْهِ، لَمْ يَحْنَثْ .

''جس نے یوں قسم اٹھائی کہ اللہ کی قسم! ان شاءاللہ میں یہ کام کروں گا۔ پھر وہ کام نہیں کیا، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔''

(مؤطّأ الإمام مالك : ٤٧٧/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كُلُّ اسْتِثْنَاءٍ مَّوْصُولٌ، فَلَا حَنَثَ عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ مَوْصُولٍ، فَهُوَ حَانِثٌ .

''ان شاءاللہ قسم کے ساتھ ہی کہہ دے، تو کفارہ نہیں ہے، لیکن قسم کے ساتھ نہ کہے، تو کفارہ ہوگا۔'' (السّنن الكبرٰى للبيهقي : ٤٧/١٠، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي وَاللّٰهِ -إِنْ شَاءَ اللّٰهُ - لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ، فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَتَحَلَّلْتُهَا .

''اللہ کی قسم! ان شاء اللہ، میں جس بھی کام پر قسم اٹھاتا ہوں، بعد ازاں محسوس کرتا ہوں کہ دوسرا کام اس سے بہتر ہے، تو میں بہتر کام کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 3133، صحيح مسلم : 1649)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِي أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ قَوْلَهٗ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ يَمْنَعُ انْعِقَادَ الْيَمِينِ بِشَرْطِ كَوْنِهٖ مُتَّصِلًا .

''قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان شاء اللہ کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوتی، بشرطیکہ قسم کے متصل بعد کہا جائے۔''

(شرح النووي : 119/11)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ إِنْ كَانَ فِي نَسَقِ الْكَلَامِ دُونَ انْقِطَاعٍ بَيِّنٍ فِي الْيَمِينِ بِاللّٰهِ أَنَّهٗ جَائِزٌ .

''اس پر اجماع ہے کہ اگر ان شاء اللہ کلام کے فوراً بعد کہا جائے، اس طرح کہ کلام اور ان شاء اللہ میں واضح انقطاع نہ ہو، تو یہ طریقہ جائز ہے۔''

(التَّمهيد لما في المُوَطَّأ من المعاني والأسانيد : ٣٧٤/١٤)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں؛

إِجْمَاعٌ لِّلْأُمَّةِ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَكَمَ بِأَنَّ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ حَلَفَ فَإِنَّهٗ إِنْ فَعَلَ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَفْعَلَهٗ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ تَلْزَمُهٗ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْ شَاءَ لَأَ نْفَذَهٗ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾ .

''امت کا اجماع ہے کہ جو ان شاء اللہ کہہ کر کسی بھی کام پر قسم اٹھالے، تو اختیار ہے کہ چاہے تو کرے، چاہے تو نہ کرے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا، یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ اگر اللہ چاہتا، تو وہ کام ہو جاتا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾ (ان شاء اللہ کہے بغیر کبھی نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کروں گا۔)''

(الفِصَل في المِلَل : ۳/۸٦)

قسم میں استثنا کی شرائط:

① قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کا مقصد یہ ہو کہ میں اللہ کی مشیت پر چھوڑ رہا ہوں، قسم فقط تبرک کے لئے نہ ہو۔

② قسم جس وقت اٹھائی جائے، ان شاء اللہ بھی اسی وقت کہا جائے، بعد میں کہنے کا فائدہ نہیں۔

③ صرف دل میں ان شاء اللہ کہنا کافی نہیں، بلکہ زبان سے بھی کہنا ہوگا۔

فائدہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

إِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ عَلٰى يَمِينٍ فَلَهٗ أَنْ يَسْتَثْنِيَ وَلَوْ إِلٰى سَنَةٍ .

''اگر کوئی قسم اٹھالے، تو سال بعد بھی ان شاء اللہ کہہ کر استثنا کرسکتا ہے۔''

(المستدرك على الصَّحيحين للحاكم : ٣٣٦/٤، ح : 7833)

اس کی سند ضعیف ہے، اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

(سوال): قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا، پھر کرلیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔

(سوال): نابالغ لڑکا قرآن کریم اٹھائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کوئی حرج نہیں۔

(سوال): شریعت کے کسی کام پر برادری والوں سے عہد لینا کیسا ہے؟

(جواب): بہت اچھا ہے۔

(سوال): غیر اللہ کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے، خواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خانہ کعبہ، امانت، جان و مال، جسم و روح وغیرہ کی ہو۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ سفر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باپ کی قسم کھاتے سنا، تو فرمایا:

اَلَا إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ .

''اللہ نے آباواجداد کی قسم کھانے سے منع کیا ہے، چنانچہ جس نے قسم کھانی ہو، وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ خاموش ہورہے۔''

(صحیح البخاري : 6646، صحیح مسلم : 1646)

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ .

''نہ اپنے آبا کی قسمیں کھاؤ اور نہ ہی بتوں کی۔''

(صحیح مسلم : 1648)

امانت کی قسم کھانے کی شدید ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❀ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا .

''جس نے امانت کی قسم کھائی، وہ ہم میں سے نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 352/5، سنن أبي داوٗد : 3253، وسندهٗ صحیحٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (4363) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (298/4) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ .

''جو غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائے، اس کی قسم قبول نہیں، جیسے وہ نبی اور کعبہ کی قسم اٹھادے۔''

(الھِدایة : 318/2، طبع بیروت)

﷽ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْحَلِفَ بِالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ حَلِفٌ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''کیونکہ نبی ﷺ اور کعبہ کی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی قسم ہے۔''

(البحر الرّائق : 311/4)

سوال: دو آدمی باہم جھگڑ پڑے، تو ایک نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر میں تمہاری جائیداد میں سے کچھ کھاؤں، تو میں نبی ﷺ کے دین سے خارج ہو جاؤں، پھر وہ اس کا وارث بن گیا، اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم معتبر ہے، اسے چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور جائیداد میں اپنے حصہ کی وراثت حاصل کر لے۔

سوال: زید نے عمر سے کہا کہ اللہ کی قسم، تم کو یہ کام کرنا ہے، مگر عمر نے وہ کام نہ کیا، تو کیا زید حانث ہوگا؟

جواب: زید حانث ہوگا۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں یہ کام ضرور کروں گا، پھر اس نے وہ کام نہیں کیا، تو کیا حانث ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ قسم نہیں ہے، لہٰذا حانث نہیں ہوا۔

سوال: ایک شخص نے خنزیر کھانے کی قسم کھائی، پھر قسم توڑ دی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: خنزیر نجس العین اور حرام ہے، جس نے خنزیر کھانے کی قسم توڑی، اس نے اچھا کیا، بہر حال اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

سوال: کیا ماضی کے کسی معاملہ پر جھوٹی قسم کھانے سے کفارہ لازم ہوتا ہے؟

(جواب): ماضی کے کسی معاملہ پر جھوٹی قسم کھانے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا، البتہ ایسا شخص گناہ گار ہوگا، مثلاً کوئی شخص کہے کہ اللہ کی قسم! میں نے فلاں شخص کو اتنے روپے قرض دیے تھے، مگر دیے نہ ہوں، تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا، البتہ یہ گناہ گار ہے، اس پر توبہ لازم ہے۔ کفارہ حال یا مستقبل کے کسی معاملہ پر قسم اٹھا کر اسے توڑنے پر واجب ہوتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کسی بھی معاملے میں مسلمان آدمی سے مال چھیننے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران: 77) (جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔) اشعث بن قیس آ کر پوچھنے لگے: ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ کیا بیان کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: یہ حدیث بیان کر رہے ہیں، تو وہ کہنے لگے: وہ سچ کہہ رہے ہیں: یہ آیت میرے ہی متعلق اتری تھی، میرے اور میری قوم کے ایک آدمی کے درمیان زمین کا جھگڑا تھا، میں وہ جھگڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، تو آپ نے فرمایا: اپنی دلیل لائیں۔ میرے پاس دلیل نہیں تھی، تو آپ نے دوسرے آدمی سے کہا: قسم اٹھاؤ۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! قسم تو یہ اٹھا لے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی بھی معاملے میں مسلمان آدمی سے مال چھیننے کے لیے جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کو ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران: 77) (جولوگ اللہ کے عہد اور اپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔)''

(صحيح البخاري: 2666، صحيح مسلم: 220/138)

سوال: جس کو بات بات پر قسم اٹھانے کی عادت ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قسم جس کا تکیہ کلام ہو، اس کی قسم کا اعتبار نہیں، یہ لغو قسم ہے۔ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُوَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾ (البقرة: ٢٢٥)

''اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں کرتا۔''

❁ اس آیت کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''یہ آیت لوگوں کے یوں کہنے کے متعلق اتری ہے: ''اللہ کی قسم! اللہ کی قسم!''
(یعنی گفتگو کے دوران تکیہ کلام کے طور پر غیر ارادی قسمیں کھانا یمین لغو ہے۔)''

(صحيح البخاري: 6663)

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اللہ کی قسم! میں ہزار روزے رکھوں گا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قسم صحیح ہے، اس شخص پر لازم ہے کہ یا تو ہزار روزے رکھے یا قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔

سوال: اگر کوئی کہ میں ایسا نہ کروں، تو اپنے باپ کا نہیں، کیا یہ قسم ہے؟

جواب: یہ قسم نہیں، لغو بات ہے، جو اکثر شدید غصے میں صادر ہوتی ہے۔